Analysing Study of Fiction Writing of Fehmida Riaz in The Contex of Magazine Dunyazaad

فہمیدہ ریاض کی افسانہ نگاری کا تجزیاتی مطالعہ

(رسالہ دنیازاد کے تناظر میں)

Memuna Sadaf*[1]
Lecturer Urdu, Government Girls Degree College, Tehsil Khipro, District Sanghar

میمونہ صدف☆[1]
لیکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج، تحصیل کھپرو، ضلع سانگھڑ

Correspondance: memunasadaf1@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 02-10-2025
Accepted:23-12-2025
Online:31-12-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Fahmida Riaz (28 July 1946 – 21 November 2018) was an Urdu writer, poet and activist from Pakistan. She authored many books, such as Godaavari, Khatt-e Marmuz, and Khana e Aab O Gil in addition to the first translation in rhyme of the Masnavi of Jalal uddin Rumi from Persian into urdu. The author of more than 15 books of fiction and poetry, she remained at the center of controversies. When Badan Dareeda, her second collection of verses, appeared, she was accused of using erotic and sensual expressions in her work. The themes prevalent in her verse were, until then, considered taboo for women writers She also translated the works of Shah Abdul Latif Bhitai and Shaikh Ayaz from Sindhi to Urdu. Fleeing General Zia-ul Haq's religious tyranny, she sought refuge in India and spent seven years there.Fahmida Riaz was a renowned poet, prose writer, and translator. Her fiction writing encompasses women's issues, social constraints, cultural pressures, and the inequities of the political system. Her stories, such as "Takoone Ke Daire" and "Woh Chali Gai,"

reflect American and Pakistani societies . A distinctive aspect of her narrative art is the way she integrates the existence of women with the universe and nature, focusing on themes of women's freedom, rights, and societal issues. Her collection of short stories, "Godavari," was published in 1992, featuring stories like "Gulabi Kabootar" and "Kya Tum Pura Chand Na Dekho Ge," which exemplify her narrative prowess. Fahmida Riaz died on 21 November 2018, at age 72 in Karachi.

KEYWORDS: Fehmida riaz , fiction , short stories, collection , activist , poetess. Writer , urdu , literature , collection of short stories , Godavari, , women's freedom , dunyazaad, Prose writer , narrative prowess, societal issues,

فہمیدہ ریاض (1946ء-2018ء) ایک ممتاز اور معروف ترقی پسند پاکستانی نثر نگار، شاعرہ اور حقوقِ نسواں کی علمبر دار تھیں۔ ان کی تحریریں نسائی شعور، پر تنقید معاشرے، اور غیر روایتی فکر کی بھرپور عکاس ہے۔ انہوں نے شاعری کے ساتھ ساتھ سفر نامہ، افسانہ اور ترجمہ نگاری میں بھی نام کمایا فہمیدہ ریاض محض ایک شاعرہ نہیں بلکہ اعلیٰ پائے کی افسانہ نگار بھی تھیں۔ فہمیدہ ریاض اردو ادب کی ایک ایسی منفرد شخصیت تھیں جنھوں نے معاشرتی ناہمواریوں، جمہوری آزادیوں، نسائی شعور، اور حقوقِ انسانیت جیسے موضوعات کو اپنے تخلیقی اظہار کا حصہ بنایا۔ وہ ایک مترجم، نثر نگار، صحافی اور کارکن بھی تھیں۔ ان کی شاعری میں احساسِ حقوقِ نسواں، سیاسی آگاہی، بھرپور بغاوت اور عشق کی جستجو ایک ساتھ ہم آہنگ ہو کر ایک نیا فکری جہاں آباد کرتے ہیں۔ فہمیدہ ریاض کا قلم جدید، رواں اور بے ساختہ ہے۔ ان کا اسلوب علامتی اور بیانیہ ہونے کے ساتھ ساتھ جمالیاتی بھی ہے اور احتجاجی بھی۔ وہ زندگی کو براہِ راست محسوس کرتی ہیں۔ فہمیدہ ریاض کے افسانے اردو ادب میں ترقی پسند افکار اور تانیثی ادب کا ایک اہم حصہ ہیں جس نے معاشرے کے دقیانوسی تصورات کو بھرپور طریقے سے للکارا۔ ان کے افسانوں میں جذباتی شدت اور سماجی فرسودہ روایات کے خلاف بغاوت نمایاں ہوتی ہے۔

علمی و ادبی جریدہ دنیازاد جو کراچی سے جاری ہوتا تھا یہ ایک چہار ماہی جریدہ تھا اور ڈاکٹر آصف فرخی اس کے مدیر تھے جو کہ اردو ادب کا ایک معتبر نام ہے۔ یہ ایک کثیر الجہت جریدہ تھا اس میں بقیہ تمام اصناف کی طرح تخلیقی افسانوں کے لیے بھی ایک ضخیم گوشہ رکھا جاتا تھا۔ اور اسی گوشے کی بدولت فہمیدہ ریاض بہ حیثیت افسانہ نگار منظرِ عام پر آئیں۔ آصف فرخی نہ صرف فہمیدہ ریاض جیسی معروف شاعرہ سے افسانے لکھوانے میں کامیاب ہوئے بلکہ دنیائے ادب کو ایک بہترین اور

منجھی ہوئے افسانہ نگار سے متعارف کروانے کے مرتکب بھی قرار پائے۔ اس مضمون میں فہمیدہ ریاض کے ان تمام تخلیقی افسانوں کا بالترتیب جائزہ لیا گیا ہے جو کہ دنیازاد میں شایع ہوئے۔

۱) ڈھولی تارو ڈھول باجے:

فہمیدہ ریاض کا قلم زیادہ تر خواتین کی آواز ان پر ہونے والے ظلم و جبر کے خلاف احتجاج بن کر سامنے آیا۔ مذکورہ کہانی میں فہمیدہ ریاض نے سندھ سے اپنی بے لوث محبت کو جس شائستگی کے ساتھ روداد کی صورت میں کچھ اس طرح سے ڈھال دیا ہے کہ ان کی تحریر میں سے سندھ کی سوندھی مٹی کی مہک بکھرتی ہی چلی جاتی ہے۔ کہانی ایک ایسے سندھی گھرانے کی ہے جس میں ایک لڑکے کو کسی کم حیثیت غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی سے عشق ہو جاتا ہے اور وہ نہایت محبت اور شائستگی کے ساتھ اپنے گھر والوں کو فرسودہ رسومات سے بغاوت پر اکساتا ہے۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے وہ کیسے کیسے حربے استعمال کرتا ہے اور کس طرح ایک گاؤں کی شادی کی تقریب میں سندھی کلچر، ثقافت اور تہذیب کی تمام روایات کو کس خوب صورتی سے دکھایا ہے کہ قاری کو برجستہ داد دینا پڑے گی۔ آبائی زمینوں، جائیدادوں، حویلیوں کے حصے بکھروں کے معاملات اور ان سے وابستہ خونی جھگڑوں کو نہایت زمے داری کے ساتھ سامنے لائی ہیں اور ان تمام مسائل کے ساتھ ساتھ شادی کی تقریب میں مہمان نوازی کے وہ آداب جو کہ سندھ کی ثقافت کا خاصہ سمجھے جاتے ہیں آپ نے بھرپور نیاز مندی کے ساتھ تحریر کیے ہیں۔ فہمیدہ ریاض کے متعدد افسانوں کا اسلوب آپ بیتی طرز کا ہوتا ہے یوں لگتا ہے وہ قاری کو اپنے ساتھ ایک شادی کی تقریب ہی میں لے گئی ہیں۔ افسانہ منظر کشی اور جزئیات نگاری کے ساتھ ساتھ حقیقت نگاری کا بھی پیکر ہے۔ افسانے میں بلاتوقف فہمیدہ ریاض کئی ایک سندھی الفاظ بھی استعمال کرتی ہیں اور اس طرح نہ صرف وہ سندھی ثقافت کو دکھاتی ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ سندھی زبان سے محبت اور اپنائیت کا اظہار بھی کرتی ہیں جو کہ ان کی نثر کو ایک مضبوط تکنیک کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔

۲) بابُل:

فہمیدہ ریاض صرف ایک بہترین شاعرہ ہی نہیں بلکہ ایک بہترین نثر نگار بھی تھیں۔ "بابُل" یوں تو ایک افسانہ ہے مگر اس تحریر میں انھوں نے جو اسلوبِ رُوداد اختیار کیا ہے وہ ایک کہانی کم اور کسی تقریب کا احوال زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ ایک ایسی تقریب کی روداد ہے جو کہ ایک غیر معروف جریدے کی طرف سے رکھی گئی تھی اور علم و ادب سے جذباتی وابستگی ہونے کی وجہ سے راقم کو بھی دعوت نامہ موصول ہوتا ہے۔ تقریب کا انعقاد ایک ایسی دوستی کو پروان چڑھانے کے لیے کیا گیا تھا جس میں دو ازلی دشمنوں یعنی پاک و ہند کے نام نمایاں ہیں۔ کچھ سماجی، معاشی اور سرکاری وفود بھی اس تقریب میں شریک ہوتے دکھائی دیے۔ مرکزی کردار ایک منفرد تقریب کے خیالات بنتی رہتی مگر وہاں پہنچنے پر بے تکاں تقاریر، فرسودہ سوالات اور پھر ان کی پر پیچ وضاحتیں اور پھر وہ ہوئی اختتامی دورانیے پر آبائی نسوانی گالیاں۔ تقریب کی روداد بیان

کرنے کے لیے انوکھے واقعات تحریر کیے گئے ہیں۔ یہاں ایک غیر ضروری طوالت دکھائی دیتی ہے جہاں قاری اپنی دلچسپی کھو دیتا ہے۔ اور اختتام بھی اچانک ہی ظہور پذیر ہو جاتا ہے جہاں معمولی اور متوقع افرا تفری ہنگامے کی صورتِ حال میں بدل جاتی ہے ن اور وہ بڑی مشکلات کا سامنہ کرتے ہوئے بلآخر اپنے گھر پہنچ جاتی ہے۔ کیوں کہ پڑوسن کے ساتھ فلم دیکھنے کا وعدہ جو کیا تھا اور پھر دن بھر کے الجھے اور بکھرے ہوئے دماغ کو مطمئین کرنے کا اس بے بہتر زریعہ ہو بھی کیا سکتا ہے ایک ادیب کے لیے۔ اور یوں ایک بھارتی فلم "بابُل" دیکھنے کا انتخاب کر دیا جاتا ہے۔ فہمیدہ ریاض کی زندگی دونوں شتمن ممالک کے درمیان جھولتی رہی۔ وہ دل سے دونوں میں سے کسی ایک بھی ملک کے ساتھ دل کا رشتہ شاید بنا ہی نہیں پائیں۔ اور ہیہ مایوسی، یاسیت ان کی تحروں میں کبی احتجاج بن کر سامنے آتی ہیں اور کبھی نغاوت بن کت ابھرتی ہیں۔

> "محفل کا اب یہ رنگ ہو گیا تھا کہ پچھلی قطاروں سے کئی ایک لوگ کھڑے ہو گئے تھے ایک دوسرے کو قہر آلود نظروں سے گھور رہے تھے کہ پہلے کون بولے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستانیوں سے کہیں زیادہ اس محفک کے شرکاء ایک دوسرے سے بیزار تھے اور نفرت کر رہے تھے"۔ اب سارا ہال ویزا ویزا کی آوازوں سے گونج رہا تھا کشمیر کا مسئلہ طے نہ ہونے تک کوئی بات نہ ہو سکنے کا دعویٰ کرنے والے بڑے میاں بڑی مشکل سے اپنے چھڑی پکڑ کر کھڑے ہوئے اور غضبناک لہجے میں کہنے لگے " میں بہتر سال کا ہو گیا ہوں مجھے ویزا نہیں دیا گیا"۔ "یہ ایک ٹریجیڈی فلم ہے۔"(۱)

۳) گرتی ہوئی مٹّی:

فہمیدہ ریاض کے ہاں ہمیں بغاوت دکھائی دیتی ہے معاشرے سے وابستہ مایوسیوں کا انبار دکھائی دیتا ہے لیکن کہیں نہ کہیں ان کا قلم ایک ایسی خوش گمان زندگی کا بھی اظہار کر دیتا ہے جو شاید وہ جینا چاہتی تھیں مگر بغاوتی رویہ ہمیشہ خوش گمانی پر حاوی رہا۔ گرتی ہوئی متی بھی ایک ایسا ہی افسانہ ہے یہ افسانہ ایک ایسی کہانی ہے جس کا مرکزی کردار اکبر حسین ایک خستہ حال مکان میں رہتا ہے جس کی دیواروں کی مٹی اب بری طرح بُھر بُھرا رہی ہے۔ اکبر حسین کے تین بیٹے تھے جو خیر سے اب خود کفیل ہیں۔ اور اپنے آبائی شہر سے باہر رہائش پزیر ہیں۔۔ دو لڑکے عارضی ملازمت پر سعودیہ میں نوکری کر رہے تھے اور تیسرے کے رزق نے اسے لاہور میں مقیم ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اکبر حسین کی ایک ہی بیٹی تھی جو ان کے ساتھ رہتی تھی۔ شوہر بیٹی کا فوج میں ملازمت کرتا تھا۔ چھ ماہ کے لیے جاتا تھا تو فرزانہ اسو ہر کے انتظار کے بقیہ چھ مہینے پنے باپ کے گھر بتاتی تھی۔ کہانی میں بارہا اکبر حسین مکان کی زبوں حالی اور چھت سے بھر بھراتی ہوئی مٹی، اور دیواروں اور چھتوں سے اترتی ٹوٹتی چونے کی پرتوں سے زندگی کے اتار چڑھاؤ کو تقابل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ قریباً ایک

سال پہلے جب بڑی بی نے دنیا سے پردہ فرمایا تبھی سے اکبر حسین اچلے دِنوں کو یاد کرتے اور اپنی فنا کے منتظر تھے اور ہوتے بھی کیوں نہ زندگی کی ساتھی سے بہت محبت تھی۔ یہی رویہ ہمیں اس افسانے کے اختتام میں دکھائی دیتا ہے۔ جب ایک ناامیدی نوامیدی میں بدل جاتی ہے۔

"سامنے گھر کے دروازے پر کھڑی سلیمن بوا چلا رہی تھیں۔ دو طھتی پر چڑیا کا گھونسلہ دیکھا اور بولیں کہ "ارے بھیا یہ تو بہت ہی نیک شگون ہے چڑیا نے توانڈے دیے ہیں " اور بی بی فرزانہ کے بارے میں کہا کہ ابھی ہسپتال لے کر گئے ہیں۔ ابھی ابھی ٹیلیفون آیا ہے کہ بی بی صاحبہ کے ہاں جڑواں بچوں کی ولادت ہوئی ہے۔ یہ کیسی زندگی ہے جو ختم ہوتے کا نام ہی نہیں لے رہی۔ پھیلنے کے لیے مچلتی جا رہی ہے۔"(۲)

۴) **تکون کے دائرے:**

فہمیدہ ریاض ایک منجھی ہوئی شاعرہ تو ہیں ہی ساتھ ہی ساتھ نثر بھی کمال لکھتی ہیں۔ ان کے زیادہ افسانے نسائی رنگ سے مزین ہیں۔ کہیں بے باکی ہے کہیں اظہار کہیں آزادی گفتار کی توڑتی ہوئی زنجیریں کہیں سماجی قید میں مقید محبت۔ بہت کم ایسے افسانے / کہانیاں لکھیں ہیں جو کسی بھی طنز، تنقید یا تلخی سے عاری ہوں۔ مذکورہ افسانے میں انھوں نے ایک ایسی کہانی لکھی ہے۔ جس میں انہوں نے تین بہن بھائیوں کی تکونیات کو مرکز بنایا ہے۔ ایک بیوہ لڑکی کی کہانی جو کہ اپنی بیوہ خالہ کے ساتھ رہتی تھی، اسے اپنی دوپٹہ بدل بہن سے بہت عقیدت تھی اوان کے آل اولاد سب بیرونِ ملک مقیم ہو چکی ہیں بس کبھی کبھار یہ ان سے ملنے وہاں چلی جاتیں۔ اکثر وہاں جاکر معلوم ہوتا کہ تینوں بہن بھائیوں میں جھگڑا چل رہا ہے اور پھر انھیں صلح صفائی کروانا۔ اور یہ ایک آدھ بار کی کہانی نہیں بلکہ ہر بار کا قصہ تھا۔ وہ رشتوں کی تکونیات میں الجھ کر رہ جاتیں اور ہر بار انہیں یہی تکونیات دہرانا پڑتی۔۔ فہمیدہ ریاض کی اپنی ایک مخصوص شناخت ہے۔ ان کی تحریروں میں ہر فکر انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔

5) **دسترس:**

یہ بات بہ خوبی واضح ہے کہ فہمیدہ ریاض کی پوری زندگی دو ممالک سے وابستگی جوڑتے ہوئے گزر گئی۔ وہ کسی ایک سرزمین سے بھی حقیقی رشتہ نہیں جوڑ پائیں۔ ایک تنقید ایک ان کی تحریروں میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ یہ افسانہ بھی ایک ایسے ہی خاندان کی کہانی ہے جو دونوں ممالک میں آدھے آدھے بٹے ہوئے ہیں کہانی کا مرکزی کردار رخسانہ ہے جس کا شوہر بھارت میں آباد ہے اور یوں پوری کہانی بھارتی شہریت نہ ملنے، دوہری شہریت کا پرچار کرنے، ویزہ نہ ملنے، ویزہ بند

ہونے، سرحدوں پر تناؤ اور سیاسی رہنماؤں کے بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے گزر جاتی ہر۔ فہمیدہ ریاض نے اپنے قلم کے زریعے اپنے کرداروں سے ہر وہ بات کہلوائی ہر وہ طنز کے وار کیے کو کہ ان کی دل کی آواز تھی۔ ان کے الفاظ چلا چلا کر ان کی کہانی بیان کرتے ہیں۔ ان کا قلم ہمیشہ ہی سے "یوں اور ایسے" کا علمبر دار رہا ہے "کیوں اور کیسے؟" کا نہیں۔ وہ باتیں سنانے کا ہنر جانتی ہیں۔

لکھتی ہیں:

"نہیں نہیں ۔۔۔ "اس نے کہا۔ٹریڈ ٹاور کی دھماکے کی کوئی بات نہیں۔۔۔لیکن اگلے ہی لمحے جب اس ہوٹل عقبی طرف دھماکہ ہوا تھا۔ ١٧ فرنچ سیلرز بھی مروادیئے گئے تھے۔۔۔تب۔۔۔! انھیں خفیہ ایجنسی نے اٹھالیا تھا۔۔۔پوچھتے تھے کہ، بتاؤ تمہارے دوسرے ساتھی کون ہیں۔ یہ بھی کہتے تھے، کیا تم بھارتی ہو۔ ویزہ ہے کا دورانیہ ختم ہو گیا اب بھی یہاں ٹھرے ہو۔ یہ دھماکہ ہمارے دشمنوں نے کروایاہے۔ کیا تم اہاں کے ایجنٹ ہو۔" (۳)

۲) چھنّو کو چٹھی ملی:

فہمیدہ ریاض کی کہانیوں میں کم و بیش مشترکہ عناصر عورت بنیادی طور پر کی نفسیاتی الجھنیں، تلخ تجربے اور پر اذیت عوامل ہی ہوتے ہیں۔ افسانے کے نمائندہ کرداروں کی زندگی کے معاشی مسائل، معاشرتی رکھ رکھاؤ جب مزہبی عقیدت مندی کا سامنہ کرتے ہیں انسانی جبلت میں مدفون نیاز مندی روح و قالب کو جھنجوڑ کر رکھ دیتی ہے۔ تمام روایات، تہزیب سب پس پردہ رہ جاتے ہیں۔ یہ افسانہ فہمیدہ ریاض کےکے بہترین افسانوں میں سے ایک ہے۔

کہانی ایک پس افتادہ خاتون "چھنّو" کے گرد گھومتی ہے جو لوگوں کے گھروں میں کام کاج کر کے اپنی جھونپڑی میں خوس رہتی تھی۔ ووہ اکثر گلی کوچوں میں کچرے کو کھنگالتی دکھائی دیتی۔ ایک بار اسے کھوج کے دوران ایک کاغز ملتا ہے جو ایک گہرے سبز کپڑے میں لپٹا ہوا ہے اور ایک ایسی پاکیزہ مہک سے معطر ہے کہ چھنّو نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے عقیقت کے ساتھ لپٹ جاتی ہے وہ ان پڑھ تھ اس میں لکھا نہیں جان سکی پر ہمیشہ اسے اپنے ساتھ رکھتی گاؤں کے مولوی کے پاس اسے پڑھانے لے گئی مولوی نے بتایا کہ یہ ایک قدیم دستاویز معلوم ہوتی ہے شاید کسی سے گر گئی اسے قریبی مدرسے میں رکھوا کر ثواب کمالے کیوں کہ یہ ایک خط ہے جس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مہر لگی ہوئی ہے۔ پورے گاؤں میں یہ بات آگ کی طرح پھیل گئی اب دور دور سے اہلِ تشیع اس خط کو اپنی ملکیت گردانتے ہوئے چھنو کو بھاری رقم

دینے کا وعدہ بھی کرتے ہیں مگر وہ عقیدت مندی تمام تر مراعات ٹھکرا دیتی ہے وہ فرقے وارانہ تقسیم بھول کر عقیدت اور نیاز مندی سے سرشار ہو جاتی ہے اور اسی عالمِ وارفتگی میں دنیاومافیہا سے بیگانی ہو گئی۔

> مولابی صاحب! او چھّٹھی ہمار کو تم ناسنائی ۔ تھی ناں؟'' ہاں ری۔'' مولوی پچھتا کر بولا۔ اپناہی طرپھ سی تو کا کچھ ملایا تھا کیا؟ اری او۔۔۔س ماں میری کیا ہی مجال!''مولوی بد بدایا۔ تومارے علی کا نماناں تو سبھی لایت ہیں۔ اکھاڑے میں بس علی علی ہی ای چلاویں، درگاہ پہ علی کوناں ماواں لے کرای ناچندوں؟اب ایبیں چنڈال کو اللہ ہی سمجھائے۔''(۴)

کتاب کے مرید آصف فرخی لکھتے ہیں:

> "اس کتاب کو ترتیب دیتے وقت جس شہ پارے نے ہمیں زیادہ حیران کیا وہ فہمیدہ ریاض کا نیا افسانہ ہے۔''(۵)

۷) ایک بھولی ہوئی کہانی:

فہمیدہ ریاض کی نثر بہت سادہ اور سلیس ہے اور ان کے زیادہ تر افسانے آپ بیتی کی تکنیک کے تحت لکھے ہیں۔اس افسانے کی کہانی ایک ایسے خوب رو نوجوان کی ہے جو ان کی بہن کے گھر کل وقتی ملازمت پر رکھا گیا ہے۔اور اپنی کہانی اور اپنے اور اپنی ماں پر بیتنے والے واقعات بالترتیب بیان کرتا ہے جسے فہمیدہ ریاض اپنے مخصوص لب و لہجے میں تحریر کرتی ہیں۔ یہ افسانہ صیغہء واحد متکلم میں لکھا گیا ہے۔اس کہانی میں بھی بلاواسطہ انگریز و حکومت اور ان کے ملک سے نفرت کا اظہار کیا گیا ہے بس تفریق اتنی ہے کہ اس بار یہ نفرت ایک نوجوں کی نظر سے دکھائی گئی ہے۔ فہمیدہ ریاض کے متعدد کردار اسی ایک نظریے کے تابع دکھائی دیتے ہیں جو کہ دراصل ان کی اپنی زندگی کے پیچ و خم کو اجاگر کرتا ہے۔

> 'بعض لوگوں کو شک تھا کہ وہ حکومت کی مخالفت کے اقدام اٹھانے سے بچنے کے لیے رضاکارانہ طور پر جیل گئے تھے۔''(۶)

> فہمیدہ ریاض اپنے قلم سے ہر وہ راز کہہ دینے کا ہنر بہ خوبی جانتی ہیں جس پر بات کرنا بھی معاشرتی گناہ تصور لیا جاتا ہے۔وہ الفاظ کو اپنے طابع کرنا جانتی ہیں۔''(۷)

۸) شہر اور سیلاب:

پاکستان کے صوبہ سندھ میں ۲۰۱۰ء میں شدید بارشوں اور سیلاب سے بڑے پیمانے پر تباہ کاریاں ہوئیں لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے۔ کئی ایک گاؤں بھی مکمل طور پر تباہ ہوگئے اور زمین پرِ نظر جہاں تک جاتی پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا۔ سیلاب نے کاروبارِ زندگی تباہ و برباد کر دی تھی۔ فہمیدہ ریاض کا یہ افسانہ سیلاب کی تباہیوں کے تناظر میں مرتب ہونے والے شمارے "جل دھارا" کا ایک ضخیم افسانہ ہے اس بار فہمیدہ ریاض ایک مؤرخ بن کر ابھرتی ہیں جو علمیت بھی جھاڑتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی باتوں سے، اپنے بیانات سے مخالفین کو زیر بھی کر تا دکھاتی چیتا ہے فہمیدہ ریاض کے ایک افسانے "چھنو کو ملی چٹھی" میں ہمیں ایک مذہبی رنگ، عقیدت مندی اور نیاز مندی دکھائی دی مگر اس بار وہ ہر بات وثوق کے ساتھ نہی بلکہ ثبوت کے ساتھ دہراتی ہیں کہانی میں مرکزی کردار "باجی" اپنی ایک عیسائی ملازمہ سے طویل مکالمہ کرتی اور الجھتی دکھائی گئی ہے جب ملازمہ سیلاب کو اس عذاب سے تشبیہ دیتی ہے جو حضرت عیسیٰ کی قوم پر آتا ہے اور باایمان لوگ بچا لیے جاتے ہیں۔ ملازمہ کے مطابق شہر کے لوگوں کا ایمان زیادہ پختہ ہے اس لیے سیلاب نے صرف غرباء پر ہاتھ صاف کیا۔ ملازمی کے زہن سے اس بات کو نکالنے کے لیے باجی نے متعدد مثالیں دیں جن میں قرآن اور بائبل کے مکمل تعارف کے ساتھ ساتھ کئی ایک آیات اور احادیث بھی قلم بند کی گئی ہیں یہ ایک علمی نوعیت کا افانہ ہے کس سے بہترین فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ افسانے میں دو جگہ سورتوں کر تراجم اور آیات نمر جب کہ (٦) چھ جگہ بائبل کے مختلف چیپٹرز کے ٹکڑے یہاں تک کہ ان کے صفحات کے حوالے بھی موجود ہیں۔

> "پڑھتے ہوئے عورت کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر تصدیق کی کہ وہ کتاب مقدس ہی پڑھ رہی ہے نا؟ مقدس کتاب پند و مصائح سے لبریز تھی اوی یہ سب کھچڑی کی طرح آپس میں رلی ملی تھیں۔ انصاف اور رحم کی نصیحت اپنے اپنے قبیلوں کے لیے تھی۔" اور پھر ایک اپاہج شفا پا گیا اور یسوع کے سامنے منھ کے بل گر پڑا اور یسوع نے کہا "اٹھ کر چلا جا، تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا ہے۔" (۸)

۹) ایک مقتول صدر کے بیٹے:

فہمیدہ ریاض ملک بدری جیسے موضوعات پر کھلم کھلا لکھتی ہیں۔ کیوں کہ ان کی زندگی کے تجربے اکثر اوقات ان کے قلم پر حاوی ہو جاتے ہیں افسانہ ایک ایسی کہانی کے گرد گھومتا ہے جہاں ایک نو آباد ریاست میں ایک اعزازی تقریب رکھی گئی ہے جس مین شہیدوں اور مقتولین کے فوجی اعزازات کی ترسیل ہونی ہے۔ یہاں بسنے والے لوگ دیگر جگہوں کے مہاجرین تھے وہ سب کسی بھی قسم کے اختلاف سے بے پایاں تھے۔ فہمیدہ ریاض کا مفکرانی ی اندازِ تحریر ہمیں مجبور کر دیتا ہے کہ

ہم ان کے نظریے کو تسلیم کریں۔ فہمیدہ ریاض کے اکثر افسانوں کے کردار معاشرتی شعور کا کی دھجیاں اڑاتے دکھائی دیتے ہیں۔ ہر بڑے تخلیق کار کی طرح اس کی مطابقت بھی بنیادی خاکی سچائیوں کے ساتھ ہے اور ان سچائیوں کی جڑوں کو کاٹنے والے فرسودہ نظام کے بارے میں وی اپنی نفرت چھپا نہیں سکتیں۔

فہمیدہ ریاض کی نثر آزادانہ طور پر سماجی اور سیاسی منظر نامے کو اپنی سوچ، احساس اور ادب کا حصہ بناتی ہیں۔ انداز تحریر ملاحظہ کیجے:

> " اتنے عرصے میں ادھر کیا کچھ نہ ہو گیا۔ بھٹو صاحب کو پھانسی دے دی گئی۔ پاکستان ایسے سوگ میں ڈوبا کہ دیکھا نہ جاتا تھا وہ ایک ابر آلود تپتا ہوا دن تھا۔"(۹)

۱۰) رات:

فہمیدہ ریاض ایک نام ور شاعرہ ہیں اور دنیازاد وہ رسالہ ہے جس نے فہمیدہ ریاض کی نثر کو ادب سے روشناس کروایا۔ لکھوایا اور خوب لکھوایا اور لکھتے رہنے پر مجبور کر دیا۔ محض مشاہدہ اور تجزیہ ہی نہیں بلکہ ان کا مطالعہ بھی بہت وسیع ہے۔ اس افسانے میں وہ ایک مؤرخ کی صورت ابھری ہیں اور "سلجوق نامہ" میں تحریر ایک جنگی قصے کو مفصل انداز میں زیرِ قلم لائی ہیں۔ تاتاریوں کی جنگ میں سلاطین کا یہ قصہ فہمیدہ ریاض کی علیمت ہی کا ثبوت ہیں بلکہ ایک سادہ اور سلیس نثر کا غماز بھی ہے۔

> " غیاث الدین نے زنجیری دستانوں میں ملفوف ہاتھ کی جنبش سے اپنی سیاہ داڑھی موڑ کر دانتوں تلے دبالی تھی۔ ان کا گھوڑا صفوں کو چیرتا ہوا سیدھا سلطان عزالدین کی طرف بڑھا۔ غیاث الدین کو راکبوں کے سموں تلے پامال ہوتا دیکھ کر اس کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ آس پاس کی پہاڑیوں میں روپوش ہونے کے لیے بھاگنے لگے۔"(۱۰)

۱۱) اَخِت جادو:

' دیکھتے ہی دیکھتے فہمیدہ ریاض حیرت کے ایک حیران کن رستے سے جا ملی ہیں جس کی سمت کا اندازہ بالا شہ پارے سے بآسانی لگا سکتے ہیں۔"۱۵۲

"تقریباً تین ہزار برس کے دبیز دودھیا دھند لکے کو پار کرتا ہوا "اخِت جادو
"نامی ایک نسائی پیکر فضا میں لہراتا دکھائی دیتا ہے یہ ایک مافوق الفطرت
کردار ہے۔"(۱۱)

فہمیدہ ریاض نے قدیم ساسانی کہانیوں کے ایک کردار کی کہانی بہت ہی خوب صورتی سے بیان کی ہے۔ جہاں ایک نسائی کردار اپنی عقلو شعور نئی نئی پہیلیاں بنتی اور کاملیت کے دعویدار مردوں کو پل میں ڈھیر کر کے منہ مانگی نعمتیں بٹورتی رہتی ہے۔اس افسانے میں افسانہ نگارنے این اساطیری فضا قائم کر دی سن کازکرا کثر یونانی کہانیوں میں ملتاہے۔

"کیوں کہ میں ہلاکت سے بے بہرہ ہوں ن۔ تو کامل مرد ہے ہلاکت پر
قدرت رکھتاہے جو تیری جسم کی طاقت۔، سوچ اور ہتھیار دیتاہے۔میں نے
شعور کی ملکیت پائی ہے۔"(۱۲)

۱۲) تاریخ کے موڑ پر:

فہمیدہ ریاض کی زندگی دو ممالک کی تہذیبی، روایتی اور کشیدگی کے تناظر میں بری طرح الجھی رہی اور اس کے اثرات ان کے قلم پر بھی مرتب ہوئے۔ ایک تنقید، ایک روایت، ایک کڑواہٹ ایک طنز ہمیں جابہ جا ان کی تحریروں میں دکھائی دیتی ہے۔تاریخ کے موڑ پر ایک ایسا افسانہ ہے جس میں ایک ہوائی پرواز اچانک ایک غیر متوقع ملک میں اتار دی جاتی ہے اور مسافر پریشانی اور ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

" جدید افسانوی ادب فہمیدہ ریاض کا مخصوص مطالعہ رہاہے۔ افسانہ ایک
اجتماعی مسئلے کی نشاندہی کرتاہے کس سے ار وہ انسان گزرتاہے جو ہوائی سفر
کرتاہے چاہے خوشی سے یا مجبوری سے۔"(۱۳)

13) الماس کی شادی:

فہمیدہ ریاض اس کہانی میں سفید پوش طبقے سے تعلق رکھنے والی ایک پڑھی لکھی اور کشادہ ذہنیت رکھنے والی لڑکی کی رومانیت اور جذبات کو زیرِ قلم لائی ہیں کہانی کا مرکزی کردار عائشہ چیخ چیخ کر یہ بتارہاہے کہ ایک عام لڑکی کو پڑھائی یا نوکری کی غرض سے گھر سے نکلنے میں کیا کیا مشکلات درپیش آتی ہیں کس طرح انھیں اپنے باپ، بھائی، شوہر یا بیٹے کی عزت کی حفاظت کرنے کی کوششوں میں اپنے رومانی اور فطری جذبات کی قربانی دینی پڑتی ہے یہاں تک کہ معاشرے کی نگاہوں میں ایک قد آور شخصیت بننے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔

"اس نے ایک ورق پھاڑ کر اس پر لکھ ڈالا۔ ''میں صرف معاف کر دینے سے زندہ نہیں رہ سکتی۔'' ایسے رہ ہی نہیں سکوں گی۔ مجھے اپنے کیے کا خمیازہ ادا کرنا ہو گا، اماں! سمجھ لیجیے گا کہ میں واقعی مر گئی ہوں۔''(۱۴)

14) شیشے کے اس پار:

فہمیدہ ریاض کے قلم کی مرکزیت عورت اور عورت کے مسائل ہی ہیں ان کی نوعیت علیحدہ ہو سکتی ہے مگر اساس ایک ہی ہے۔ اس افسانے میں بھی فہمیدہ ریاض نے ایک عورت کی دبی ہوئی چیخ کو بہت ہی بہترین اسلوب کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کہانی میں بہ یک وقت دو ذہنوں کی سوچ کو ایک منفرد انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک طرف ایک مرد اپنے گھر میں بیٹھا اس عورت پر تنقید کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی کردار پر من چاہی مہر بھی لگا رہا ہے جو بارش میں چھتری لیے گھر سے بازار کی طرف نکلی ہے۔۔ اور دوسری طرف اسی عورت کی کہانی بھی لکھ ڈالی جسے بارش میں بھیگنا بہت پسند ہے مگر اسے گھر کا کوئی فرد بارش میں نہانے نہیں دیتا تو وہ بارش میں گھر کا سودا سرف لانے کی غرض سے خالی ٹوکری لیے نکلتی ہے تاکہ سب مطمئن رہیں کہ وہ اپنا کوئی شوق نہیں پورا کر رہی، مگر وہ اسی دورانیے میں اپنی مصروف اور پابندیوں میں جکڑی زندگی سے خوشی کے چند پل چرا لیتی ہے بے شک پھر کوئی شیشے کے اس پار سے اس کے کردار پر کتنی ہی انگلیاں کیوں نہ اٹھا لے۔

اتنی برسات میں سودا لینے نکلنا پڑا تو دیکھو آخر ایک عورت ہی نکلی۔ آج کتنے دنوں کے بعد دل کھول کر بارش میں بھیگنے کا موقع ملا تھا اس کو۔''(۱۵)

۱۵) اس روز کیا ہوا تھا:

یہ افسانہ شعور اور لاشعور کے درمیاں ایک گہرے تعلق کو ظاہر کرتا ہے یہ انسانی فطرت میں سے کہ وہ لاشعوری معاملات کو بھی شعوری رنگ میں رنگ دیتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک انسان جو خوبیاں، خامیاں، کمیاں، کوتاہیاں یہاں تک عادات بھی اپنی شخصیت کا حصہ بنائے گھومتا رہتا ہے خواب مین بھی ان سے دست برداری نہیں چاہتا یا شاید شعور کا لاشعور سے تعلق ہوتا ہی اتنا قوی ہے کہ ایسا ممکن نہیں رہتا۔

"اب مجھے یہ بھی یاد آ گیا کہ سارتر کے ناول کا نام ایج آف انوسنس ''نہیں بلکہ ''ایج آف ریزن'' تھا۔ خواب میں نام یاد نہیں رہا۔ کیا خواب میں بھی ہم بھول جاتے ہیں؟''(۱۶)

فہمیدہ ریاض ایک معروف شاعرہ ہیں۔ دنیازاد نے افسانوی ادب کو فہمیدہ ریاض کی افسانہ نگاری سے متعارف کروایا۔ فہمیدہ ریاض دنیازاد کی مسلسل لکھاری رہی ہیں۔ ان کے دنیازاد میں چھپنے والے تخلیقی افسانے ”ڈھولی تارو ڈھول باجے“ میں ہمیں سندھ کی ثقافت سے بے پناہ محبت اور زبان کے مطالعہ سے گہرا شغف دکھائی دیتا ہے دنیازاد میں شایع ہونے والے تمام ہی افسانے فہمیدہ ریاض کے لازوال شہ پارے ہیں اور اتنے معتبر افسانے لکھ کر وہ قد آور افسانہ نگاروں کی فہرست میں اپنی جگہ بنانے میں کام یاب ہو گئی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ فہمیدہ ریاض، بابل (افسانہ)، مطبوعہ: دنیازاد، کتابی سلسلہ، کتاب / شمارہ نمبر ۸، زمین کے ہنگامے، کراچی: شہرزاد پبلشرز، جنوری / فروری ۲۰۰۳ء، ص:۱۴۶

۲۔ فہمیدہ ریاض، گرتی ہوئی مٹی (افسانہ)، مطبوعہ: دنیازاد، کتابی سلسلہ، کتاب / شمارہ نمبر ۹ ، قدیم حُسن، کراچی: شہرزاد پبلشرز، جولائی ۲۰۰۳ء، ص:۵۹

۳۔ فہمیدہ ریاض، دسترس (افسانہ)، مطبوعہ: دنیازاد، کتابی سلسلہ، کتاب / شمارہ نمبر ۱۳، خوابوں کا جزیرہ، کراچی: شہرزاد پبلشرز، اکتوبر ۲۰۰۴ء، ص:۲۰

۴۔ فہمیدہ ریاض، چھنو کو چھٹی ملی (افسانہ)، مطبوعہ: دنیازاد، کتاب / شمارہ نمبر ۲۰، شہرزاد کا سوال، کراچی: شہرزاد پبلشرز، اگست ۲۰۰۷ء، ص:۱۳۳

۵۔ آصف فرخی، محفل (اداریہ)، مطبوعہ:، دنیازاد، کتاب / شمارہ نمبر ۲۰، شہرزاد کا سوال، کراچی: شہرزاد پبلشرز، اگست ۲۰۰۷ء، ص:۱۱

۶۔ فہمیدہ ریاض، ایک بھولی ہوئی کہانی (افسانہ)، مطبوعہ: دنیازاد، کتاب / شمارہ نمبر ۲۹، جل دھارا، کراچی: شہرزاد پبلشرز، نومبر ۲۰۱۰ء، ص:۲۵۳

۷۔ آصف فرخی، محفل (اداریہ)، مطبوعہ: دنیازاد، کتاب / شمارہ نمبر ۲۹، جل دھارا، کراچی: شہرزاد پبلشرز، نومبر ۲۰۱۰ء)، ص:۸

۸۔ فہمیدہ ریاض، شہر اور سیلاب (افسانہ)، مطبوعہ مطبوعہ: دنیازاد، کتاب / شمارہ نمبر ۲۹، جل دھارا، کراچی: شہرزاد پبلشرز، نومبر ۲۰۱۰ء، ص:۲۷۹

۹۔ فہمیدہ ریاض، ایک مقتول صدر کے بیٹے (افسانہ)، مطبوعہ: دنیازاد، کتاب / شمارہ نمبر ۳۱، وقت کا باغ، کراچی: شہرزاد پبلشرز، جون ۲۰۱۱ء، ص:۱۴۳۔

۱۰۔ فہمیدہ ریاض، رات (افسانہ)، مطبوعہ، ا: دنیازاد، کتاب / شمارہ نمبر ۳۲، پانی کے محاصرے میں، کراچی: شہرزاد پبلشرز، اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص:۷۷

۱۱۔ فہمیدہ ریاض، اَخت جادو (افسانہ)، مطبوعہ: دنیازاد، کتاب / شمارہ نمبر ۳۵، اظہارِ افسوس، اظہارِ مسرت، کراچی: شہرزاد پبلشرز، ستمبر ۲۰۱۲ء، ص:۱۸۳

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۹۳

۱۳۔ آصف فرخی، محفل (اداریہ)، مطبوعہ: دنیازاد، کتاب / شمارہ نمبر ۴۱، جنگ میں محبت کی تصویر نہیں بنتی، کراچی: شہرزاد پبلشرز، اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص:۱۰

۱۴۔ فہمیدہ ریاض، الماس کی شادی (افسانہ)، مطبوعہ: دنیازاد، کتاب / شمارہ نمبر ۴۳، زندوں کے لیے ایک تعزیت نامہ، کراچی: شہرزاد پبلشرز، جولائی ۲۰۱۲ء، ص:۱۱۵

۱۵۔ فہمیدہ ریاض، شیشے کے اس پار (افسانہ)، مطبوعہ، ایضًا، ص:۱۲۲

۱۶۔ فہمیدہ ریاض، اس روز کیا ہوا تھا (افسانہ)، مطبوعہ، ایضًا، ص:۱۲۷

References:

1. Fehmida Riaz, *Babul* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 8, *Zameen ke Hungamay*, Karachi: Scheherzaad Publishers, January/February 2003, p. 146.
2. Fehmida Riaz, *Girti Hui Mitti* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 9, *Qadeem Husn*, Karachi: Scheherzaad Publishers, July 2003, p. 59.
3. Fehmida Riaz, *Dastaras* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 13, *Khawabon ka Jazeera*, Karachi: Scheherzaad Publishers, October 2004, p. 20.
4. Fehmida Riaz, *Chhanno ko Chitthi Mili* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 20, *Scheherzaad ka Sawaal*, Karachi: Scheherzaad Publishers, August 2007, p. 133.
5. Asif Farrukhi, *Mehfil* (idariya), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 20, *Scheherzaad ka Sawaal*, Karachi: Scheherzaad Publishers, August 2007, p. 11.
6. Fehmida Riaz, *Aik Bhooli Hui Kahani* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 29, *Jal Dhaara*, Karachi: Scheherzaad Publishers, November 2010, p. 253.
7. Asif Farrukhi, *Mehfil* (idariya), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 29, *Jal Dhaara*, Karachi: Scheherzaad Publishers, November 2010, p. 8.
8. Fehmida Riaz, *Sheher aur Sailaab* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 29, *Jal Dhaara*, Karachi: Scheherzaad Publishers, November 2010, p. 279.
9. Fehmida Riaz, *Aik Maqtool Sadar ke Betay* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 31, *Waqt ka Bagh*, Karachi: Scheherzaad Publishers, June 2011, p. 143.

10. Fehmida Riaz, *Raat* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 32, *Pani ke Muhasray Mein*, Karachi: Scheherzaad Publishers, October 2011, p. 77.
11. Fehmida Riaz, *Aakhit Jaadu* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 35, *Izhar-e-Afsos, Izhar-e-Musarrat*, Karachi: Scheherzaad Publishers, September 2012, p. 183.
12. Ibid., p. 93.
13. Asif Farrukhi, *Mehfil* (idariya), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 41, *Jang mein Muhabbat ki Tasveer Nahin Banti*, Karachi: Scheherzaad Publishers, October 2011, p. 10.
14. Fehmida Riaz, *Almas ki Shaadi* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 43, *Zindon ke Liye Aik Ta'ziyat Nama*, Karachi: Scheherzaad Publishers, July 2012, p. 115.
15. Fehmida Riaz, *Sheeshey ke Us Paar* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 43, *Zindon ke Liye Aik Ta'ziyat Nama*, Karachi: Scheherzaad Publishers, July 2012, p. 122.
16. Fehmida Riaz, *Us Roz Kya Hua Tha* (afsana), mashmoola: Dunyazad, kitabi silsila no. 43, *Zindon ke Liye Aik Ta'ziyat Nama*, Karachi: Scheherzaad Publishers, July 2012, p. 127.